بحرِ سخن کے گم نام شناور: موج دین فریدؔی

ڈاکٹر رحمت علی شادؔ، صدر شعبۂ اُردو، گورنمنٹ فریدیہ پوسٹ گریجوایٹ کالج، پاک پتن

Abstract

Mauj Din Faridi is an unknown but one of the prominent poets of Baba Farid's city Pakpattan. An immense variety of subjects is found in his poetry. The maturity of his thoughts and artistic perfection of his poetry prove him as an eminent poet. We can find mysticism, spiritual wisdom, situations of separation and union in his poetry. His verses reveal his profound affection and regard for Hazrat Baba Farid Masood Gunj Shakar (RA). Mauj Din Faridi's disposition is quite suitable for writing poetry. As he sits to write he unleashes the stream of knowledge and wisdom. His longings and aspirations reflect his deep thinking and vast scope of poetic thoughts. He uses words of Punjabi, Arabic, Hindi, English, Purbi, Urdu and Particularly Persian language to construct his poetic diction. He has written Hamd, Naat, Mankabat, Urdu and Persian Ghazals, poems and Qataats. His poetry is reflection of consciousness of modern age.

شناور ہم نہیں بحرِ سخن کے یہ حقیقت ہے ولیکن یہ تو ہے کہ صاحبِ اسلوب ٹھہرے ہیں
فریدؔی کون ہیں یہ آشنائے راز بے ہمتا؟ ارے! منصور ہیں جو بول کر مصلوب ٹھہرے ہیں
(غیر مطبوعہ)

چیچہ وطنی کے نواحی قصبہ ۱۱۰/۷۔R میں ۱۰۔فروری، ۱۹۴۹ء کو جنم لینے والے اور ایک اردو شعری مجموعہ ’’گردشِ دوراں‘‘ کے خالق موج دین فریدؔی میدانِ ادب میں ایک گم نام فنکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بچپن ہی سے ادبی ذوق اللہ تعالیٰ نے ان کی جبلت میں ودیعت کر دیا تھا۔ ان کے مذکورہ شعری مجموعہ میں موجود فنی و فکری پختگی ادبی حلقوں میں ان کو اعتبار بخشنے کے لیے کافی ہے۔

بحرِ ادب میں غوطہ زنی کرنے والے عام لوگوں سے زیادہ حساس ہونے کے علاوہ معاشرے کے ترجمان بھی ہوتے ہیں۔ وہ سماج سے جو کچھ کشید کرتے ہیں اسی کو خوب صورت رنگ و آہنگ عطا کر کے معاشرے ہی کو لوٹا دیتے ہیں، اگر ان کا کلام اعلیٰ صفات سے متصف ہو یعنی ان کے کلام میں اُفقی اور عمودی جہات کمال فنی تقاضوں کے

ساتھ پیش ہوں تو مذکورہ خصوصیات ان کو شاعری کے اعلیٰ مرتبے پر فائز کر دیتی ہیں۔ موج دین فریدی کی شاعری میں زندگی کے تمام رنگ موجود ہیں؛ اپنے کلام میں وہ صرف محبوب کے لب و رخسار اور سراپے کا ہی تذکرہ نہیں کرتے اور نہ ہی ہجر و وصال کی کیفیات تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں بل کہ ان کے کلام میں موضوعات کی بوقلمونی بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ ان کے کلام میں ظلم و جبر کے خلاف احتجاج، قدیم و جدید نظریات کی آمیزش، فلسفہ، غربت و افلاس، سیاسی و سماجی ناہمواری، طبقاتی کشمکش، عشق و محبت کے لطیف اور کومل جذبات کا اظہار، دنیا کی بے ثباتی، وحدت الوجود، یادِ رفتگاں، تصنع سے کوسوں پرے حقیقی رنگوں کی آمیزش بدرجہ اتم دیکھی جا سکتی ہے۔

موج دین فریدیؔ کی شاعری میں داخلی اور خارجی جذبات کے علاوہ تہذیبی رجحانات کی متحرک تصویریں بھی جا بہ جا دیکھی جا سکتی ہیں۔ ان کے مطالعے اور گہرے مشاہدے کی بدولت ان کے کلام میں گہرائی اور گیرائی واضح طور پر محسوس کی جا سکتی ہے۔ لطیف اشعر، موج دین فریدی کی شاعری میں موجود فنی و فکری پختگی اور موضوعاتی تنوع کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''موج دین فریدیؔ کی شاعری آمد اور آورد کا مرقع ہے۔ ان کے کلام میں بے ساختگی بھی ہے اور سادگی بھی۔ عربی، فارسی اور دیگر زبانوں کے الفاظ کا استعمال بھی ہے اور مناسب تراکیب کے استعمال سے شعری حسن میں اضافہ کرنے کی شعوری کوشش بھی موجود ہے۔ رواں اور مترنم بحروں کے انتخاب سے کلام میں غنائیت اور موسیقیت کا عنصر بھی موجود ہے۔ غیر مردف غزلیں بھی ان کے کلام میں موجود ہیں۔ محاورات کا برمحل استعمال ان کی شاعری کو پُرکشش بناتا ہے۔ ان کے کلام میں موضوعات کا تنوع بھی ہے اور درِ گنج شکرؒ سے اظہارِ عقیدت بھی؛ ہم عصروں کے لیے منظوم خراجِ تحسین ان کی شاعری کا نمایاں وصف ہے۔ ان کی شاعری غمِ دنیا اور غمِ جاناں سے عبارت ہے۔''[۱]

موج دین فریدیؔ کے کلام میں جہاں غمِ جاناں اور غمِ دوراں کا ذکر ملتا ہے وہاں ہجر و فراق اور وصل و اختلاط کے معاملات بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ انھوں نے اپنے کلام میں داخلیت کے ساتھ ساتھ خارجیت اور متنوع معاشرتی، تہذیبی و ثقافتی، علمی و ادبی اور فطری پہلوؤں کو اپنی شاعری میں جگہ دی ہے۔ ان کے کلام میں موضوعات کی رنگا رنگی دیکھی جا سکتی ہے۔ ان کے ہاں زندگی اور تحریک کا احساس نمایاں ہے۔ وہ صرف تخیلات کے گھوڑے ہی نہیں دوڑاتے بل کہ زندگی کے تلخ و شیریں ہر دو طرح کے حقائق ان کے کلام کا جزوِ لاینفک ہیں۔ معاشرے میں رونما ہونے والی ناہمواریاں انھیں حیرانی اور کشمکش سے دوچار کر دیتی ہیں۔ معاشرے میں موجود دورخے لوگوں اور عدو کی چالوں سے بخوبی واقف ہیں۔ لکھتے ہیں:

عجب اک کشمکش ہے اور حیرانی نہیں جاتی شبیہِ یار بھی اب ہم سے پہچانی نہیں جاتی
عدو کی چال سرتابی کا مجرم ہم کو ٹھہرایا وگرنہ کون سی ہے بات جو مانی نہیں جاتی
(غیر مطبوعہ)

کہا جاتا ہے شاعری شخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہے کسی حد تک تو یہ بات درست تسلیم کی جاسکتی ہے مگر من و عن ایسا سمجھنا مناسب نہیں کیوں کہ شخصیت اتنی سادہ اور واضح شے نہیں اور نہ ہی شاعری اتنی ہموار سطح رکھتی ہے کہ ہم شاعر کی شخصیت کا پوری طرح اندازہ لگا سکیں۔ شاعری میں شخصیت جھلکتی ضرور ہے مگر اس پر شاعری کے مخصوص اظہار وفن کے تقاضوں کا پردہ ضرور ہوتا ہے۔ کسی بھی ادیب کی شخصیت کو جاننے کے لیے دیگر بہت سے لوازمات کے ساتھ شاعری کے اسرار و رموز اور آداب سے جانکاری از حد ضروری ہے۔ شعری کائنات ایک طلسماتی دنیا ہے جس میں کہیں تیز روشنی اور کہیں تیرگی کا احساس پنہاں ہوتا ہے۔ اس دنیا میں آوازیں صرف حقیقی نہیں بل کہ ملی جلی ہیں۔ شاعر کی آواز میں بھی بہت سی پچھلی آوازوں کی گونج ہوا کرتی ہے۔ علاوہ ازیں شاعری کی کچھ روایات بھی ہیں؛ روایات فکر کی بھی ہیں اور فن کی بھی۔ موج دین فریدیؔ کی شاعری میں وہ آوازیں اور روایات مل کر انھیں انفرادیت اور پہچان عطا کرتی ہیں جن سے ان کا رنگِ تغزل مزید نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ فکر و فن کی روایات کی ترمیم و تنسیخ، تنظیمِ نو یا ترتیبِ نو سے وہ اپنے آپ کو منفرد و ممتاز کرتے نظر آتے ہیں۔ اسحاق خان آسی؛ شاعر، شاعر کی شخصیت اور ان کے کلام کے متعلق رقم طراز ہیں:

> ''ان کے شعری مجموعہ میں غور سے جھانکیں تو یوں لگتا ہے جیسے ان کا دل ایک لق و دق صحرا ہے جس میں زندگی کے گھورتے سورج کی تپش بھی ہے اور برکھا کے برسنے سے کہیں کہیں سبزے کے پیوند بھی ہیں جو ان کے من کے ریتلے ٹیلوں میں خوب صورت رنگ باندھتے ہیں۔ ان کے کلام سے ہمیں شاعر کی شخصیت کو پرکھنے کا موقع ملتا ہے جس سے ان کی کلاسیکی رمز آشنائی تک ہماری رہنمائی ہوتی ہے۔''۲

گزشتہ نصف صدی سے شہر فرید سے تعلق رکھنے والے موج دین فریدیؔ ایک کہنہ مشق شاعر ہیں جن کی شاعری میں تصوف و معرفت، عرفان و آگہی، ہجر و وصال کی کیفیات کے ساتھ ساتھ بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ سے والہانہ عقیدت کا اظہار ملتا ہے۔ ایک جگہ وہ اپنی نسبت گنج شکر سے جوڑ کر اپنے من کی مرادیں حاصل کرتے اور اپنے بگڑے کام سنوارتے نظر آتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

گنجِ شکرؒ کی نسبت ہی سے ہم نے سب کچھ پایا ہے ان کی چشمِ فیض، فریدیؔ بگڑے کام بناتی ہے۳

عہدِ جدید میں معاشی استحصال، حقوق کی غیر مساوی تقسیم اور تہذیبی و اخلاقی حوالے سے زوال پذیر سماجی رویوں کے خلاف موج دین فریدیؔ نہ صرف علمِ بغاوت بلند کرتے دکھائی دیتے ہیں بل کہ انقلاب کا بھی پرچار کرتے نظر آتے ہیں۔ اس دورِ انتشار میں ہر شخص ہی پریشان حال دکھائی دیتا ہے۔ مادیت پرستی اور ہوسِ مال و زر نے انسان کو اس قدر کم نظر بنا دیا ہے کہ اسے اچھی قدروں کی پہچان تک نہیں رہی۔ امن و انصاف اور مساوات و رواداری کی فضا ناپید ہوتی جارہی ہے۔ سارے عقائد اور تمام فلسفہ ہائے حیات بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں۔ عہدِ حاضر کا بڑا مسئلہ اقدار، سچائی اور انصاف کی پائمالی ہے۔ علاوہ ازیں اس دورِ انتشار میں شاعر کے لیے سکون کی خواہش دلِ بے

قرار کے افسانوں سے زیادہ کوئی معنی نہیں رکھتی، لکھتے ہیں:

اس دورِ انتشار میں خواہش سکون کی افسانے لگ رہے ہیں دلِ بے قرار کے [۴]

ایک اور جگہ پر وہ شبِ ہجراں کی کیفیات بیان کرتے ہوئے اپنی وارداتِ قلبی کا نقشہ کچھ یوں کھینچتے ہیں:

رہا نہ میرے پاس کوئی بھی شبِ ہجراں
سکون، چین نہ راحت، قرار کچھ بھی نہیں [۵]

محبت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے جذبات واحساسات، کومل اور لطیف تاثرات کا بنیادی جذبہ انسانی سرشت میں شامل ہے۔ اس محبت اور رومانویت کا سلجھا ہوا اور تہذیب یافتہ اظہار نہ صرف مشرقی ادب بل کہ پورے مشرق کا مشترکہ ورثہ ہے یہی وجہ ہے کہ غزل کی آبیاری میں اس جذبے کا کردار اساسی نوعیت کا حامل ہے۔ موج دین فریدیؔ کے کلام میں بھی یہ جذبہ اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہے۔ مذکورہ جذبے کی متنوع صورتیں ہیں جو ان کے کلام میں دکھائی دیتی ہیں۔ ان کی شاعری میں محبت کا استعارہ ایک وسیع تر مفہوم رکھتا ہے۔ وہ انسان کے ظاہر و باطن ہر دو سے محبت رکھتے ہیں۔ وہ زندگی کے ہر اس پہلو سے محبت رکھتے ہیں جس کا تعلق اخلاقی اقدار اور انسان دوستی سے ہے۔ جذبۂ محبت کی اس بوقلمونی نے انھیں اپنے حصار میں لیا ہوا ہے جس سے نکلنا ان کی دسترس میں نہیں۔ پیار کی طلسماتی دنیا میں جب وہ محبت کے حصار میں گھر جاتے ہیں تو آس کی ڈوری ٹوٹنے تک وہ ترستی نگاہوں سے محبوب کی راہیں تکتے ہوئے صبح سے شام اور پھر شام سے ساری رات بتاتے نظر آتے ہیں۔ منظر ملاحظہ فرمائیں:

آس کی ڈوری ٹوٹ چلی ہے اب تو آ جا دن گزرا اور شام ہوئی ہے اب تو آ جا
ترسی نظریں دیکھ رہی ہیں پھر دروازہ رات ہی ساری بیت چلی ہے اب تو آ جا [۶]

معاملاتِ عشق میں ہجر ایک ایسی کیفیت ہے جس کا تذکرہ بالخصوص اُردو شاعری میں تواتر سے ہوتا آ رہا ہے۔ ہر شاعر نے ہجر کو اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔ موج دین فریدیؔ کے ہاں ہجر وہ کیفیت ہے جو شخصیت کو تباہ نہیں کرتی بل کہ اسے آگہی کی منزل کے قریب کر دیتی ہے۔ ان کے نزدیک ہجر میں انسان زیادہ مضبوط، حساس اور محتاط ہو جاتا ہے اور اس طرح زندگی کو بہتر انداز میں گزارنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے تا کہ اس کی عزت وتکریم اور وقار ومرتبہ قائم رہے۔ وہ اس کیفیت میں ناامیدی کے قائل نہیں بل کہ محبوب سے وصل کی اُمید ان کے جذبوں کو ہر وقت جوان رکھتی ہے؛ حالاں کہ کہیں کہیں محبوب کی یادیں اور طویل راتیں انھیں تھکا دیتی ہیں لیکن اس کے باوجود محبوب سے وصل کی خواہش اور زور پکڑنے لگتی ہے اور وہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ محبوب کے بغیر زندہ رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بقول شاعر:

تیری یاد اور لمبی راتیں تارے گن گن ہم تھک جائیں
تیرے بن کیا خاک ہے جینا اس جیون کو آگ لگائیں [۷]

شاعری کے لیے موج دین فریدیؔ کی طبع موزوں ہے جب وہ شعر لکھنے بیٹھتے ہیں تو علم وآگہی کے دراُن پر واہوتے چلے جاتے ہیں اس طرح ان کی تمنائیں اور آرزوئیں کسی گہری فکر کا پتہ دیتی ہیں جس سے ان کا فکری کینوس

وسیع ہوتا دکھائی دیتا ہے اور اس طرح ان کی نگاہ اور دل پر عجیب حقیقتیں منکشف ہونے لگتی ہیں۔لطیف اشعر، ان کی حساسیت، ان کی شاعری اور ان کے کلام میں برتے جانے والے موضوعات کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''شاعر معاشرے کا حساس ترین فرد ہوتا ہے جو کسی بات کو عام آدمی سے زیادہ محسوس کرتا ہے۔ شاعر کی انگلیاں ہمیشہ زمانے کی نبض پر رہتی ہیں جہاں ذرا سی ہلچل ہوئی وہاں شاعر کے جذبات قلم کے ذریعے صفحۂ قرطاس پر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ زمانے کی خرابیوں اور ناہمواریوں کو نہ صرف دیکھتا ہے بل کہ ان کی عکاسی بھی کرتا ہے۔موج دین فریدیؔ کی شاعری اپنے عہد کے حالات کی عکاس ہے۔ معاشرے میں پھیلی بے چینی، امن وسکون کی خواہش، مظلومیت کا خون، دنیا کی بے ثباتی و بے مروتی، اتفاق باہمی کی کمی، انسانی تنہائی، اپنوں کی دوری اور ہجرِ مسلسل جیسے موضوعات ان کی شاعری کا حصہ ہیں''۔۸

موج دین فریدیؔ کے کلام میں سادہ اور عام فہم اشعار نظر آتے ہیں لیکن کہیں کہیں مفرس کلام کی تفہیم عام قاری کے لیے مشکل کا باعث بنتی ہے۔ بعض شعرا علمی استعداد ظاہر کرنے کے لیے شعوری کوشش کر کے کلام کو پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ مشکل اور بھاری بھرکم الفاظ کا استعمال اور خیال کی پیچیدگی شعری حسن میں کمی کا سبب بنتی ہے مگر موج دین فریدیؔ کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے پیچیدہ خیالات کو اتنی خوب صورتی سے بیان کیا کہ شعری حسن میں کہیں کوئی سقم نظر نہیں آتا۔ وہ فارسی تراکیب کا استعمال بڑی ہی عمدگی اور تواتر سے اپنے کلام میں کرتے چلے جاتے ہیں۔ جنونِ شوقِ منزل، بازیٔ عشقِ بتاں، درِ جاناں، شبِ ہجراں، چشمِ کرم، عروسِ شرق، دکانِ شیشہ گر، ہجومِ مے کشاں، شعورِ مے کشاں، چشمِ گریاں، خضرِ خستہ گام، گردشِ دوراں، جنونِ شوق، نگارشِ فکرِ فقیر، کارگہِ حیرت وحسرت، محملِ ناقہ، خمِ زلفِ جاناں، تیرِ مژگاں، جوبنِ حسنِ بہار اور زلفِ پریشاں جیسی تراکیب بڑی روانی سے اپنے کلام میں سموتے چلے جاتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

کچھ بھلا لگتا نہیں ہے جوبنِ حسنِ بہار گر نباشد دلبرے ما در میانِ لالہ زار
کب تلک زلفِ پریشاں سے رہے گا دل ملول تو، بیا اے جانِ من مانده دلم بے اختیار
(غیر مطبوعہ)

موج دین فریدیؔ نے اپنے کلام میں چھوٹی اور بڑی دونوں طرح کی بحریں استعمال کی ہیں۔ ان کے کلام کی عمدگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی تفہیم فوری ہو جاتی ہے۔ سادگی اور سلاست ان کی شاعری کا طرۂ امتیاز سمجھا جاتا ہے۔ وہ مشکل اور گہری باتوں کو بھی آسان اور عام فہم انداز میں اتنی عمدگی سے بیان کر جاتے ہیں کہ قاری حیران رہ جاتا ہے۔ سہلِ ممتنع کی جھلکیاں ان کے کلام میں جا بہ جا بکھری دکھائی دیتی ہیں۔ مثلاً: ایک جگہ زمین و آسمان بل کہ کسی جگہ بھی مثلِ جاناں انھیں دکھائی نہیں دیتا جیسے مضمون کو فریدیؔ صاحب نے بڑی نفاست کے ساتھ سہلِ ممتنع سے کام لیتے ہوئے صفحۂ قرطاس پہ اُتارا ہے۔ لکھتے ہیں:

عجب آسماں ہے عجب یہ زمیں ہے
کوئی مثلِ جاناں نہیں ہے، نہیں ہے

(غیر مطبوعہ)

ایک اور جگہ پر سہلِ ممتنع کی مثال پیش کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ اے محبوب تیرا دیوانہ تیری محبت کے گیت گنگنا کر مستی کے عالم میں سرخوشی اور مستی کی کیفیت میں ترانے الاپتا پھرتا ہے؛ بہ قول شاعر:

سب قصے افسانے تیرے پڑھتے ہیں دیوانے تیرے
موج فریدی، موج میں آ کر گائے مست ترانے تیرے

(غیر مطبوعہ)

موج دین فریدیؔ کے کلام میں جہاں فکری تنوع نظر آتا ہے وہاں فنی حوالوں سے بھی ان کا کلام عروضی لوازمات پر پورا اُترتا دکھائی دیتا ہے۔ ان کے ہاں کھنکتے قافیے، منفرد ردیف، معروف ضرب الامثال، محاورات کا عمدہ استعمال، انوکھی تشبیہات اور استعارات کے علاوہ متعدد تلمیحات کا موزوں استعمال اپنی مثال آپ ہے۔ چوں کہ موج دین فریدی ایک کہنہ مشق شاعر ہیں اس لیے ان کے کلام میں فنی و فکری حوالے سے تصنع نظر نہیں آتا جو اُن کی ریاضت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ چیزیں حسنِ کلام کا زیور اور شاعری کی جان ہوتی ہیں جس سے کلام میں نکھار اور پختگی کا عمل نظر آتا ہے، فن کا استعمال ایسے ہوتا ہے جیسے انگوٹھی میں نگینہ جڑا ہوا ہو۔ بنیادی طور پر موج دین فریدیؔ کا لفظی اسلوب بہت سی زبانوں بالخصوص عربی، پنجابی، اردو، ہندی، انگریزی، پوربی اور فارسی سے عبارت ہے۔ درج ذیل اشعار میں فارسی زبان کے اثرات اور تلمیحات ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں:

نہ کوئی حسنِ صورت نے کمالِ دل نوازی ہے نہ سینا ہے نہ فارابی، نہ رومی ہے نہ رازی ہے
کشاکش ہائے دوراں سے ہے ختم اب سلسلہ سارا نہیں ہے کوئی عجمی اور نے کوئی حجازی ہے

(غیر مطبوعہ)

نوید عاجزؔ ایک جگہ موج دین فریدیؔ کے مفرس اسلوب اور بابا فریدؒ سے عقیدت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''ان کی شاعری میں شخصیت سے گریز کی صورت حال کہیں دکھائی نہیں دیتی البتہ جذبوں کا بے ساختہ اظہار ضرور ملتا ہے۔ محبوب کا ہجر، درِ گنج شکرؒ سے عقیدت، معاشرتی امن کی تمنا اور امتِ مسلمہ کی زبوں حالی ان کی شاعرانہ فکر کے نمایاں پہلو ہیں۔ ان کے ہاں مفرس اسلوب کے ساتھ سادگی کی آمیزش پر غنائی لہجہ مستزاد ہے''۔ [۹]

کوئی بھی لکھاری جب تخلیق کے عمل سے گزرتا ہے تو لامحالہ اس کے نجی حالات و واقعات کے ساتھ ساتھ معاشرے میں رونما ہونے والی تبدیلیاں اور نشیب و فراز بھی اس پر اپنے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اخلاقی گراوٹ کا ایک نمایاں پہلو منافقت بھی ہے۔ لوگ انا کی جنگ میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے کچھ بھی کر گزرتے ہیں۔

خونی رشتوں کی بات ہو یا معاشرتی رشتوں کی تقریباً ہر جگہ یہی صورتِ حال نظر آتی ہے۔ معاشرے کے دیگر افراد کی طرح گھر کے افراد بھی منافرت اور نفاق کا شکار ہو جاتے ہیں جس سے محبت کی جگہ نفرت اپنا وجود گاڑ لیتی ہے اور آپس میں پیار، محبت، امن اور صلح سے رہنے کا جذبہ مفقود ہو جاتا ہے۔ حسد اور انا کی آگ بہت سے گھروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے؛ کچھ ایسا ہی معاملہ موج دین فریدیؔ کے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔ تین شادیوں کے باوجود فریدی صاحب کی ازدواجی زندگی کا تجربہ خوش گوار نہیں رہا۔ اس ساری صورت حال پر وہ غم زدہ نظر آتے ہیں اس ساری صورت حال کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

مقدر کے ستارے کو بلندی پر نہیں دیکھا	رہی گرداب میں ہر دم ہی میرے ہاتھ کی ریکھا
ہماری آستیں میں تھے سبھی خنجر بکف اپنے	سدا اغیار سے کرتے رہے ہم شکوۂ بے جا

(غیر مطبوعہ)

یہ سچ ہے کہ انسانی زندگی میں جہاں خوشیاں ملتی ہیں وہاں غموں سے بھی نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ موج دین فریدیؔ کی زندگی بھی دکھوں اور خوشیوں سے عبارت ہے لیکن وہ مصائب و آلام خندہ پیشانی سے برداشت کرتے نظر آتے ہیں۔ اُمید کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ فریدی صاحب کے کلام میں فنی و فکری پختگی اس امر کی غماز ہے کہ وہ ایک اچھے شاعر ہیں کیوں کہ ان کے کلام میں فکر کی اُفقی اور عمودی جہات تمام تر عمدہ خصائص کے ساتھ موجود ہیں اسی لیے ان کو امکانات کا شاعر کہا جا سکتا ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری میں اپنے ہم عصر شعری رویوں سے قدرے مختلف اور منفرد لب و لہجہ اختیار کیا ہے۔ ان کے ہاں محبت کے احساسات و جذبات اور ذات و کائنات کے حوالے سے تفکر اور مشاہدات کا منظر نامہ دیکھا جا سکتا ہے جس سے ان کا فکری کینوس وسیع تر ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ ان کا طرزِ احساس جداگانہ ہے بل کہ ان کی لفظیات بھی دوسرے ہم عصر شعرا سے کافی حد تک الگ تھلگ ہیں۔ ان کے کلام میں فن اور فکر کی آمیزش اس قرینے سے ہوئی ہے کہ کہیں بھی ان دونوں میں بُعد نظر نہیں آتا۔ ان کے کلام میں موجود مذکورہ تمام تر شعری محاسن ان کو قعرِ گم نامی سے نکال کر ایک نمایاں مقام و مرتبہ عطا کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوں گے۔

موج دین فریدیؔ جو کہ بحرِ سخن کے گم نام شناور ہیں؛ ان کے کلام کے منظرِ عام پر آنے سے پاک پتن کی اور اردو ادب کی شعری روایت مزید مربوط اور مستحکم ہوگی۔ موج دین فریدی کے اچھوتے خیالات، ان کی شعر و ادب سے وابستگی اور خلوص کے متعلق تائب نظامی منظوم انداز میں رقم طراز ہیں:

شعور و شعر کی نبضیں بحال کرتے ہیں	سخن کو پیش اُچھوتے خیال کرتے ہیں
خلوص و مہر و مروت سے لُوٹ کر تائبؔ	یہ موج دین بھی کیسا کمال کرتے ہیں[10]

حوالہ جات:

۱۔ لطیف اشعر، ''گردش دوراں: ایک مطالعہ''، مشمولہ گردشِ دوراں از موج دین فریدی، (لاہور: الاقدام پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)،ص: ۱۹

۲۔ اسحاق خان آسی، مضمون ''دل کی بات زبان تک آئی''، مشمولہ ''گردشِ دوراں'' از موج دین فریدی، (لاہور: الاقدام پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)،ص: ۸

۳۔ موج دین فریدی، ''گردشِ دوراں''، (لاہور: الاقدام پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)،ص: ۹۶

۴۔ ایضاً،ص: ۳۱

۵۔ ایضاً،ص: ۸۷

۶۔ ایضاً،ص: ۵۵

۷۔ ایضاً،ص: ۶۰

۸۔ لطیف اشعر، ''گردش دوراں: ایک مطالعہ''، مشمولہ گردشِ دورا ں از موج دین فریدی، (لاہور: الاقدام پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)،ص: ۱۴

۹۔ نوید عاجز، فلیپ '' گردشِ دوراں'' از موج دین فریدی، (لاہور: الاقدام پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)

۱۰۔ تائب نظامی، فلیپ '' گردشِ دوراں'' از موج دین فریدی، (لاہور: الاقدام پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)

مآخذ:

۱۔ موج دین فریدی، ''گردشِ دوراں''، لاہور: الاقدام پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء۔

☆☆☆